جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

# Critique of the Orientalists' Objection Regarding Violence in the Qur'anic Verses on Jihad

**Hossein Alavi Mehr** [1] and **Sadegh Reza Qomi** [2]
and **Hassan Reza Qomi Jalalpuri** [3]

1. Professor and faculty member of Al-Mustafa International University, Qom, Iran
E-mail: halavimehr5@gmail.com
2. Ph.D Scholar in Comparative Exegesis, Complex of Advanced Studies of Qur'an and Hadith, Al-Mustafa International University E-mail: sr.qomi110@gmail.com
3. (MPhil) in Jurisprudence and Islamic Teachings, High Complex of Jurisprudence, Al-Mustafa International University, India. Email: srj.qomi110@gmail.com

**Article Info**

**Article type:**
Research Article

**Article history:**
Received:
2 August 2025
Received in revised:
26 August 2025
Accepted:
19 October 2025
Available online:
2 December 2025

***Keywords***:
Jihad,
Orientalists,
Qur'an,
Violence,
Misconception,
Peace.

**ABSTRACT**

Jihad is one of the subsidiary rulings (furūʿ) of Islam, which was made obligatory in Medina, and the Qur'an strongly emphasized it. Orientalists have accused the Qur'an of being a book of violence, ignoring its true philosophy and spiritual context. The aim of this research is to respond to the Orientalists' misconception that violence is inherent in jihad. The research method is analytical, descriptive, and critical. It seeks to present a response in the light of the objectives of Islam and Qur'anic concepts. The findings indicate that the fundamental objectives of Islam are based on peace and security. Historical examples such as the Treaty of Hudaybiyyah and the Conquest of Mecca testify that jihad in Islam possesses a defensive dimension. Moreover, the temporal and spatial circumstances (zamān wa makān) reflected in the injunctions of jihad further affirm the peace-oriented nature of Islam.

**Cite this article**: Alavi Mehr & Reza Qomi& Qomi Jalalpuri . (2026). Critique of the Orientalists' Objection Regarding Violence in the Qur'anic Verses on Jihad.

*New Horizons in Quranic Studies*, 1 (2), 246-272

© The Author(s).

**Publisher:** Al-Mustafa International University

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

ششماہی علمی مجلہ جدید قرآنی افکار، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۵، سال ۱، شمارہ ۲
New Horizons in Quranic Studies, July - December 2025/ Vol.1, No. 2
The Critique of the Orientalists' Objection Regarding Violence in the Qur'anic Verses on Jihad
Hossein Alavi Mehr & Sadegh Reza Qomi & Hassan Reza Qomi Jalalpuri

# آیاتِ جہاد میں تشدد کے حوالے سے مستشرقین کے اعتراض پر تنقید*

حسین علوی مہر [۱]، صادق رضا قمی [۲] اور حسن رضا قمی جلالپوری [۳]

CC BY


## اشاریہ

جہاد اسلام کے فرعی احکام میں سے ایک فرع ہے جو مدینہ میں واجب قرار دیا گیا اور قرآن نے مسلمانوں کو اس کی تاکید کی ہے۔ مستشرقین نے قرآن کو کتاب تشدد قرار دیا ہے، جبکہ اس کی حقیقت اور فلسفہ کو نظر انداز کیا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد مستشرقین کے اس شبہہ کا جواب دینا ہے کہ جہاد میں تشدد پایا جاتا ہے۔ تحقیق کا طریقہ تحلیلی توصیفی اور انتقادی ہے اور اس کا مقصد اسلام کے مقاصد اور قرآنی مفاہیم کی روشنی میں جواب پیش کرنا ہے۔ تحقیق کے نتائج سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے مقاصد صلح اور امنیت پر مبنی ہیں۔ تاریخی مثالیں جیسے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ اسلام میں جہاد کا ایک دفاعی پہلو ہے اور احکام جہاد میں زمان و مکان کا اثر بھی صلح پسندی کو ثابت کرتا ہے۔


**کلیدی الفاظ:** جہاد، مستشرقین، قرآن، جہاد، شبہہ، تشدد طلبی، صلح.

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۵/۸/۲۶ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۵/۱۰/۱۹

۱. پروفیسر اور فیکلٹی ممبر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران (halavimehr5@gmail.com).

۲. پی ایچ ڈی ، تفسیر تطبیقی، المصطفیٰ العالمیہ یونیورسٹی، قم، ایران (robby.abror@uin-suka.ac.id).

۳. ماسٹر ڈگری، فقہ اور معارف، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، انڈیا. (abb.karimi.1998@gmail.com).

## تمہید

پورے سلسلہ تاریخ میں، کچھ افراد انبیاء اور ان کے اہداف اور مقاصد کے ساتھ مقابلہ کرنے کے درپے تھے، اسی وجہ سے بعض مخلص مومنین، دین اور حق کا دفاع کرنے کی راہ میں اپنی جان کی بازی لگانے پر تیار ہو ئے ہیں۔ اور یہ ماجرا اس وقت اپنے عروج تک پہنچے گا کہ جب اعلیٰ ترین ادیان مکمل ترین تعلیمات کے ساتھ لوگوں کی زندگی میں نمودار ہونگے، اس کے نتیجے میں متعدد جنگیں واقع ہونگی اور خود نبی اکرم ﷺ ستائیس جنگوں میں شرکت کرینگے۔

اسلام کے مخالفین، خاص طور پر مستشرقین نے اسلام میں جہاد کے موضوع کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعے اپنا راستہ بناتا ہے اور جہاد اور قتال کے باب میں موجودہ متعدد آیات کی بنیاد پر بہانے سے قرآن اور اسلام کو تشدد کا مذہب قرار دیتے ہیں اور اسلام کو تلوار کا دین بتاتے ہے؛ "جہاد کی آیات کی کثرت اس قدر ہے کہ تقریباً نصف قرآن مدنی اس کا احاطہ کرتا ہے"۔ (دروزی، ۱۳۴۷ش: ۲/۲۷۳)

اس تحقیق کے سابقہ کے بارے میں جو تحقیق کی گئی ہے درج ذیل موارد کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے: "قرآن میں جہاد اور دفاعی ثقافت کے بارے میں مستشرقین کے شبہات کا جواب"، کریم امیری کی تحریر؛ حسین عبد المحمدی کا مقالہ "نبی اکرم ﷺ کے جنگوں کے بارے میں مستشرقین کے نظریات کا تنقید" جو قرآنپژوہی خاورشناسان کے تیرہویں شمارے میں شائع ہوا۔ اسی طرح سعید نمازیزادگان کی تحریر کردہ مقالہ "جہاد کی آیات کے بارے میں مستشرقین کے آراء کی تنقید"، مجلات مشکات کے صد و سوم شمارے میں؛ اور احمد مرادخانی کا مقالہ "لائیڈن کے قرآن انسائیکلوپیڈیا کے جہاد پر مضمون کی تنقید"، قرآنپژوہی خاورشناسان کے آٹھویں شمارے میں؛ اور کاظم قاضیزادہ اور ساتھیوں کا مقالہ "اسلام میں جہاد اور قتال کے باب میں مستشرقین کے شبہات اور ان کے قرآنی جوابات"، مجلة العلوم الانسانية والدولية، شمارہ ۱۶۔

موجودہ دور میں جب دنیا ظالم و جابر وہابیوں اور دہشت گرد داعشوں جیسے گروہوں کی جنگ اور دہشت گردی کی آگ میں جل رہی ہے، اور اسلامی جہاد کے نام پر اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں بے شمار اور بے شرمی کے قتل و غارت کے مرتکب ہوتے ہیں، جہاد کے موضوع پر اسلام کے مخالفین کو کافی بہانے دے رہیں ہیں۔ اجتماعی ارتباط کے وسیع ذرائع ابلاغ کی طرف توجہ کرتے ہوئے آج دنیا کے لوگوں کے ذہنوں میں بے شمار اعتراضات پیدا ہوتے ہیں چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان وہ حقیقی اور غیر حقیقی اسلام کی سرحدوں کے

درمیان فرق سمجھنے کے طالب ہیں۔ اہم ترین اعتراضات میں سے ایک "جہاد کی شکل میں مسلمانوں کی تشدد پسندی کا شبہہ " ہے، جس کے جواب دینے کی کئی گنا ضرورت ہو گئی ہے اور عقیدتی سرحدوں کے دفاع کے سلسلہ میں رونما ہو کر جواب دینے پر مجبور کرتا ہے۔ اس تحقیق کے امتیازات میں سے مختلف منابع سے مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور فقہی منابع میں اصل زمان و مکان کی طرف توجہ کرنا ہے۔

## ۱. اعتراض: قرآن و اسلام میں تشدد کا قائل ہونا

اسلام کی طرف نسبت دی جاتی ہے کہ اسلام تلوار کا دین ہے۔ ایگناٹس گولڈزیہر ( Goldziher Ignác) کا ماننا ہے کہ : "اسلام میں جنگ اور جہاد اصل ہیں اور اسلام کا بیرونی دنیا کے ساتھ بنیادی تعلق قائم کرتے ہیں۔ اور چونکہ اسلام اعراب کی جنگی خصلت و فطرت کو ختم نہیں کر سکا، اس لئے اس وسیلہ سے غیر مسلموں کو پسپا کرنے کے لئے استفادہ کیا ہے۔ اگر اسلام نے صلح کی بات کی ہے تو صرف اس لیے ہے کہ وہ اپنے آخری مقصد، یعنی اسلام کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے راہ ہموار کرے، اور یہ اس صورت میں ہے جب جہاد کارگر نہ ہو اور اسلامی جہاد میں بین الاقوامی تعلقات اور سفارتکاری مکمل طور پر اجنبی ہیں۔" (گولڈزیہر، ۱۹۴۶م: ۲۷؛خدوری، ۱۳۸۸ش: ۲۸)

ریزوی فایزر (Rizoy Prizer) دائرہ المعارف قرآن لیڈن میں لکھتا ہے: "محمد ﷺ ان انبیاء میں سے ایک نبی ہیں کہ جنہوں نے اپنے عقائد کی خاطر جنگ کی ہے اور اسلام و توحید ان کی جدوجہد اور جہاد کے نتیجے میں پھیلا ہے۔" "مکڈونلڈ" لکھتا ہے: "ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ اسلام کو تلوار اور طاقت کے ذریعہ پھیلائے۔" (طیارہ، ۱۹۶۶م: ۳۶۳)

برنارڈ لوئیس (Bernard Lewis) اپنی کتاب "خاورمیانہ (مشرق وسطی)" اور مضمون " The Revolution of Islam" میں معتقد ہے کہ اسلام دین انقلاب، بغاوت اور قیام ہے۔ (زمانی، ۱۳۸۹ش: ۴۲۴؛سعید، ۱۳۷۷ش: ۵۶۲)

رژی بلاشر (Régis Blachère) مکی و مدنی آیاتوں کی تقسیم میں معتقد ہے کہ نبی نے مدنی آیاتوں میں یہود، عیسائی اور مشرکین کے ساتھ فوجی نظام قائم کیا ہے۔ اسی طرح ماسینیون بلاشر کے مانند ایک نظریہ پیش کرتا ہے۔ (زمانی، ۱۳۸۹ش: ۴۳۶؛سعید، ۱۳۷۷ش: ۴۷۷)

ہنری لامنس (Henri Lammens) اور ماکسیم رودنسون (Maxime Rodinson) نے مکی و مدنی کی تمام آیاتوں میں جہاد اور اس کی تاثیر کے مسالہ کو رعمومی دیتاہے کہ اسلام کو تلوار اور حکم جہاد کے ذریعہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔" (ایضاً: ۳۴۹ - ۳۵۰ و ۳۶۲)"

"پی جے فاتیکیوتیس (P.J. Vatikiotis) کا ماننا ہے کہ، جہاد اور انقلابی سوچ انسانی ذہنی صحت، عقلی ساختار اور زندگی کے ساتھ متصادم ہے (زمانی، ۱۳۸۹ش: ۴۲۳)۔

الاندا تاسرون (Ella Landau-Tasseron) اپنے مقالے "جہاد" میں دائرہ المعارف لائیڈن میں لکھتی ہیں کہ جہاد سے متعلق آیات میں تضاد موجود ہے (مکاولیف: ۲/۲۸۰)۔

لورانس ڈی. براؤن (Lawrence D. Brown) اور اس سے مشابہ تھامس آرنلڈ (Thomas Arnold) اسلام کو خطرناک سمجھتے ہوئے اسے یورپی استعمار کے خلاف بڑی دیوار اور رکاوٹ مانتے ہیں (زمانی، ۱۳۸۹ش: ۴۲۵ - ۴۲۹)۔

رابرٹ برنس (Robert Burns) کا ماننا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعے کامیاب ہوا اور اسی وجہ سے انہوں نے کتاب "The Sacred Sword" (مقدس تلوار) لکھی (زہرالدین، ۱۴۱۳ق)۔ ویلیام موئر کا ماننا ہے کہ تمدن، آزادی اور حقیقت کے سب سے بڑے دشمن تلوار محمد ﷺ اور قرآن ہیں (سعید، ۱۳۷۷ش: ۲۷۴)۔

## مستشرقین کے نظریات کے بارے میں آیاتِ جہاد میں تشدد:

| ردیف | مستشرق کا نام | نظریہ | جہت |
|---|---|---|---|
| ۱ | ایگناتس گلدزیہر (Ignác Goldziher) | اسلام کا مزاج جنگ اور جہاد کا ہے جو اس کے باہر کی دنیا کے ساتھ ہے۔ | اسلام دشمنی |
| ۲ | رئوون فائر اسٹون (Reuven Firestone) | قرآن میں دفاع کے لئے جنگ کرنے کی اجازت ہے؛ لیکن جہاد اسلام کے پھیلاؤ کا ذریعہ ہے۔ | تاریخی اور یکطرفہ تمائل |
| ۳ | ڈیوڈ کوک (David Cook) | اسلام کی کامیابی اور پھیلاؤ جہاد کا مرہون منت ہے اور جہاد اور تشدد الگ نہیں ہیں۔ | تاریخی، مذہبی اصطلاحات کا ملاپ (جہاد اور قتال کا تصور) |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۴ | برنارڈ لوئس (Bernard Lewis) | اسلام انقلاب، بغاوت اور قیام کا مذہب ہے۔ | لسانی اور سیاسی پہلو |
| ۵ | پی جی واٹیکیوٹس (P.J. Vatikiotis) | جہاد اور انقلابی سوچ انسان کی ذہنی صحت، عقلانی ڈھانچے اور زندگی کے ساتھ متصادم ہے۔ | نفسیاتی پہلو |
| ۶ | ریزوی پریزر (Rizoy Prizer) | اسلام کی ترقی اور توحید کی بنیاد جہاد اور جدوجہد پر ہے۔ | توصیفی-سیاسی پہلو |
| ۷ | رجی بلاشر (Régis Blachère) | اسلام جہاد کے ذریعے ترقی کرتا ہے۔ | تاریخی اور یکطرفہ تمائل |
| ۸ | ماکسیم روڈنسن (Maxime Rodinson) | اسلام نے تلوار اور جہاد کے حکم کے ذریعے کامیابی حاصل کی ہے۔ | تاریخی اور یکطرفہ تمائل |
| ۹ | ہنری لامنس (Henri Lammens) | اسلام نے تلوار اور جہاد کے حکم کے ذریعے کامیابی حاصل کی ہے۔ | تاریخی اور یکطرفہ تمائل |
| ۱۰ | ولیم مونیر (Williams Monier) | محمد کی تلوار اور قرآن تہذیب، آزادی اور حقیقت کے سخت دشمن ہیں۔ | تہذیبی اور یکطرفہ تمائل پہلو |
| ۱۲ | لارنس ڈی براؤن (Lawrence D. Brown) | اسلام یورپ کے استعمار کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ | یکطرفہ تمائل اور اسلام دشمنی |
| ۱۳ | جان ایسپوزٹو (John Esposito) | ہندو مذہب اور دین اسلام میں لوگوں کو جہاد کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ | یکطرفہ تمائل اور بین الادیانی موازنہ |
| ۱۴ | میکڈونلڈ (McDonald's) | ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ تلوار اور زور کے ذریعے اسلام کو پھیلائے۔ | مذہبی یکطرفہ تمائل |
| ۱۵ | ایلا لینڈاؤ-تاسرون (Ella Landau-Tasseron) | جہاد سے متعلق آیات کے مضامین میں تضاد ہے۔ | مذہبی یکطرفہ تمائل |
| ۱۶ | لوئی ماسینیون | اسلام کی بنیادی سوچ مسیحیت اور یہودیت کے خلاف | مذہبی یکطرفہ تمائل |

| | | | |
|---|---|---|---|
| | (Louis Massignon) | جنگ ہے۔ | |
| ۱۷ | رابرٹ برنز (Robert Burns) | اسلام تلوار کا مذہب ہے اور اس نے تلوار کے ذریعہ کامیابی حاصل کی ہے۔ | تاریخی اور اسلام دشمنی |
| ۱۸ | تھامس آرنلڈ (Thomas Arnold) | اسلام میں جہاد کا عقیدہ دنیا کے لئے خطرہ ہے۔ | یکطرفہ تمائل اور اسلام دشمنی |
| ۱۹ | سولہ واں پاپ بندیکٹ (Benedictus XVI) | ایمان کو تلوار کے زور سے پھیلانا چاہیے۔ | تاریخی، یکطرفہ تمائل اور اسلام دشمنی |

مصنف کے نزدیک، مستشرقین کے جہاد کے بارے میں نظریات کو تین جہتوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

**الف:** اکثر مستشرقین جہاد کے مسئلہ کو تاریخی جہت سے تجزیہ کرتے ہیں، یعنی جو واقعات پیش آئے ہیں یا جو جنگیں لڑی گئی ہیں، اور اسلام کا حقیقی نظریہ یا صلح کی جگہ یا جہاد سے متعلق آیات اور قوانین کا تجزیہ کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ان میں سے کچھ گلدزیہر، فائرستون، ڈیوڈ کوک، بلاشر، روڈنسن، رووبرٹ.برنز اور سولہ واں پاپ بندیکٹ ہیں۔

**ب:** بہت سے مستشرقین صرف اسلام میں جہاد کو نمایاں کرتے ہیں اور دیگر اسلامی قوانین اور قرآن کی آیات کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ وہ یکطرفہ تمائل سے جہاد کے موضوع پر غور کرتے ہیں اور کوئی تجزیہ و تحلیل پیش نہیں کرتے؛ جیسے کہ فائرستون، روڈنسن، ویلیم مونیر، لارنس براؤن، جان ایسپوزٹو، ایلا لینڈاؤ-تاسرون، لوئی ماسینیون، اور تھامس آرنلڈ۔

**ج:** ایک اور جہت جو مستشرقین کا ایک مقصد ہے، اسلام دشمنی ہے، جس میں اسلام کو ایک خونریز اور تشدد آمیز مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تاکہ دنیا کے لوگ اور دیگر مذاہب، خاص طور پر یہودیت اور

مسیحیت، اسلام سے دور رہیں۔ ان میں سے کچھ گلدزیہر، لارنس براؤن، روبرٹ برنز، تھامس آرنلڈ اور سولہ واں پاپ بندیکٹ ہیں.

## ۲. نظریہ کا جائزہ اور اس کا جواب

اس الزام کے جواب میں کہ «اسلام دین تشدد اور دین شمشیر ہے»، چند بنیادی اصولوں پر انحصار کر کے جواب دیا جاسکتا ہے:

### الف. اسلام کے مقاصد

دین اسلام اور پیغمبر گرامی کے مقاصد صلح، سکون، سلامتی، انسانی آزادی، برابری، عدالت اور انسانوں کو سعادت اور تکامل کی طرف لے جانے پر موقوف ہیں۔ لیکن یہ مقاصد ہمیشہ دشمنوں کے لئے حملہ کا باعث بنے رہے ہیں اور جہاد جو پیش آیا ہے ایسے حملوں کو روکنے کے لئے ہے، نہ کہ دوسروں پر حملہ کرنے کے لئے۔

شعراوی، جو اہل سنت کے مفسرین میں سے ایک ہیں، جو لوگ اسلام کو دین شمشیر کہتے ہیں، ان کے جواب میں فرماتے ہیں: «اسلام دفاعی جنگ کے لئے آیا ہے؛ لیکن کس کی حفاظت کے لئے؟ کیا صرف مؤمن انسان کی یا مطلق انسان کی؟ ہم ہر اس شخص کی حفاظت کرتے ہیں جو مسلمانوں پر حملہ کرتا ہے» (شعراوی، ۱۹۹۱م: ۲/ ۸۴۰)۔ شیخ محمود شلتوت بھی لکھتے ہیں: «پیغمبر کے مقاصد صلح طلبی کے تھے، لیکن کافروں کی مسلمین کے ساتھ ہٹ دھرمی اور دشمنی کی وجہ سے انہیں قدرت اور زور کا سہارا لینا پڑا۔ پیغمبر صرف ان لوگوں سے لڑتے تھے جو ان سے لڑتے تھے» (شلتوت، ۱۹۴۸م: ۶۰)۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: «ہم اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجتے ہیں اور ان کے ساتھ (آسمانی )کتاب اور میزان (حق اور باطل کی پہچان اور عادلانہ قوانین) نازل کرتے ہیں تاکہ لوگ عدالت قائم کریں؛ اور لوہے کو نازل کیا جس میں لوگوں کے لئے بہت زیادہ قوت اور فائدے ہیں، تاکہ اللہ دیکھے کہ کون، اسے دیکھے بغیر، اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے۔ اللہ قوی اور زبردست ہے» (حدید/۲۵)۔

اس آیت کے مطابق، اللہ تعالیٰ کا مقصد رسولوں کو بھیجنا اور کتاب اور میزان نازل کرنا یہ ہے کہ لوگ عدالت قائم کریں اور ایک عادلانہ معاشرہ میں رہیں (طباطبائی، ۱۳۹۰ق: ۱۹/ ۱۷۰)۔ پس اسلام میں جہاد، یہاں تک کہ ابتدائی جہاد بھی، اصل مقصد نہیں ہے؛ بلکہ یہ انسانوں کو ظلم و ستم سے آزاد کرنے اور سماجی عدالت اور

توحیدی جہانبینی کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ اس لیے جہاد کے مقاصد کو ملاحظہ کرتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ جہاد کسی بھی قسم کا ہو، یہ ترقی پسندی اور بے رحمی کے لئے نہیں ہے؛ بلکہ دفاعی ہے۔

## ب: قرآن میں صلح پسندی کی خصوصیات

### اول: صلح وآشتی کی طرف قرآن مجید کی دعوت

۱. خداوند ایک جامع پیغام میں سب کو صلح وآشتی اور امنیت کی طرف دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے: «اللہ لوگوں کو صلح وآشتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے» (یونس/۲۵)۔ یہ الہی دعوت تمام انسانوں کو اختلافات کو چھوڑ کر صلح وآشتی کی طرف لے جانے کے لئے ہے۔

۲: مسلمانوں کی آسمانی کتاب میں صلح وآشتی کی دعوت کے بعد، ایک مختصر لیکن گہرا پیغام دے کر انسانوں اور معاشروں پر غالب روح کو ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے: «اور صلح بہتر ہے» (نساء/۱۲۸)۔ یہ جملہ اگرچہ خانوادگی اختلافات کے بارے میں ہے، لیکن ایک جامع اور عام قانون کو بیان کرتا ہے جو ہر جگہ انسانوں کے درمیان پہلا اصول ہونا چاہیئے، یعنی ایک دوسرے کے ساتھ صلح وآشتی۔ اس لئے ضروری نہیں ہے کہ انسانوں کے درمیان جھگڑے ہوں، خاص طور پر جب ضروری نہ ہو (ابن عطیہ، ۱۴۲۲ق: ۱۲۰/۲؛ مکارم شیرازی و معاونین، ۱۳۷۳ش: ۱۵۱/۴)۔

۳: اللہ تعالیٰ تمام مؤمنین کو دعوت دیتا ہے کہ وہ سب صلح وآشتی کے دائرہ میں آجائیں اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کریں جو کہ آپ کا کھلا دشمن ہے: «اے ایمان لانے والو! تم سب کے سب (دائرہ) امن وآشتی میں آجاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، یقینا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے» (بقرہ/۲۰۸)۔ شیطان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ صلح وآشتی کا مخالف ہے اور مؤمنین اور انسانوں کے درمیان کینہ ودشمنی اور جھگڑے پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس مصیبت سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ اس سے اور اس کے پیروکاروں سے جو صلح وآشتی کے مخالف ہیں، دور رہا جائے۔ اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں میں لوگوں کے درمیان ہم آہنگی اور صلح شامل ہے اور جنگ وقتال کو ترک کرنا ہے (رشید رضا، ۱۹۹۹م: ۲۰۷/۲)۔

اگر اسلام کو دین جنگ اور دین شمشیر سمجھا جائے، تو جب دشمن کمزور ہو اور صلح کی درخواست کرے تو مسلمانوں کو ان کے ساتھ لڑنا چاہیئے اور انہیں نیست و نابود کرنا چاہیئے۔ لیکن اسلام کی عظمت یہ ہے کہ صلح کی

پیشکش کو بھی جہادی سلوک کا ایک شاندار پہلو سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صلح کی پیشکش کو قبول کرنے کے بارے میں فرماتا ہے: «اور (اے رسول) اگر وہ صلح و آشتی کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ بھی مائل ہو جایئے اور اللہ پر بھروسا کیجیے۔ یقینا وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے» (انفال/۶۱)۔ اگر اسلام کے دشمن تجاوز اور جنگ کا رویہ اختیار کریں، تو یہاں ان کے ساتھ جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لیکن جب اسلام کو صلح و آشتی کا مذہب سمجھا جائے، تو اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں، تو اللہ تعالیٰ پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی صلح کو قبول کرو اور اس کی طرف آؤ (ر.ک: طبرسی، ۱۳۷۲ش: ۸۵۳/۴)۔ «اگر دشمن تم سے الگ رہیں اور جنگ نہ کریں اور صلح کا پیغام دیں تو خدا نے تمہارے لئے ان کے اوپر کوئی راہ نہیں قرار دی ہے» (نساء/۹۰)۔ اور امام علی علیہ السلام نے بھی فرمایا: «کبھی بھی صلح کو مسترد نہ کرو جو دشمن کی طرف سے پیش کی گئی ہو اور جس میں اللہ کی رضا شامل ہو، کیونکہ صلح تمہارے لشکر کے لئے سکون اور قوت کا باعث ہے، تمہارے لئے اپنے غم واندوہ سے سکون ہے، اور تمہارے ملک کے لئے سلامتی ہے» (مکارم شیرازی و معاونین، تاریخ ندارد: ۱۶۱/۳)۔

**دوم. دیگر مذاہب کے ساتھ محبت آمیز معاشرت**

قرآن کریم کی سب سے اہم تعلیمات میں سے ایک غیر مسلموں کے ساتھ محبت آمیز معاشرت ہے۔ اسلام آسمانی مذاہب کو دعوت دیتا ہے کہ عقیدتی اور فکری اختلافات کے باوجود، لوگ مشترکہ طور پر اور دوستانہ طریقے سے ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں» (آل عمران/۶۴)۔ یہ پیغام قرآن کریم کا تمام اہل کتاب کے لئے ہے جن میں یہود اور مسیحی بھی شامل ہیں، کہ مختلف مذاہب کے لوگ توحید کی مشترکہ بنیاد پر بغیر کسی نزاع، کشمکش اور جنگ کے اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔

**سوم. قرآن کتاب رحمت**

**الف.** قرآن کے ہر سورہ کا آغاز مقدس کلمہ «بسم اللہ الرحمٰن الرحیم» سے ہوتا ہے۔ «رحمٰن» اور «رحیم» جو مسلمانوں کے شعائر میں شامل ہیں اور تکرار ہوئے ہیں، اللہ کی رحمت اور بخشش کی وسعت کو ظاہر کرتے ہیں، جو اسلام کے دین کی محبت آمیز ہونے کی واضح علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ذمہ داری

دی ہے کہ وہ پانچ وقت کی نمازوں میں ہر نماز میں سورہ حمد کو پڑھیں جو «رحمٰن» اور «رحیم» دو لفظوں پر مشتمل ہے۔ رحمت میں در گزر، بخشش اور احساس محبت شامل ہے جو اسلام کے دین میں مضمر ہے، اور یہ تعلیم صلح و آشتی کے ساتھ ہم آہنگ ہے، نہ کہ تشدد کے ساتھ۔

**ب.** بہت سی آیات، اللہ کی رحمت کی وسعت پر دلالت کرتی ہیں، جیسے: «**وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ**» (اعراف/۱۵۶)؛ اور میری رحمت ہر چیز پر چھاجاتی ہے۔«**رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا**» (غافر/۷)؛ »ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ «**كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ**» (انعام/۱۲)؛ (اللہ نے) رحمت (و بخشش) کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ «**فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ**» (انعام/۱۴۷)؛ تو آپ کہدیں: تمہارا پروردگار وسیع رحمتوں کا مالک ہے۔ دیگر آیات انعام/۵۴ اور ۱۳۳ وغیرہ میں بھی ہیں۔ دعاؤں میں بھی آیا ہے: «یا من سبقت رحمتہ غضبہ»؛ اے وہ ذات جس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

## چہارم. پیغمبر اکرم ﷺ، تمام عالمین کے لئے رحمت

آیات دلالت کرتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کا اخلاق و کردار رحمت اور محبت پر مبنی ہے اور وہ دنیا کے لئے بھی رحمت ہیں: « (اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے» (آل عمران/۱۵۹)۔ اللہ تعالیٰ دیگر آیات میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کو بھیجنے کا مقصد دنیا والوں کے لئے رحمت قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے: «ہم نے صرف آپ کو دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے» (انبیاء/۱۰۷)۔

## ج. پیامبر اسلام ﷺ کی سیرت میں صلح طلبی کے مصادیق

۱. **مکہ میں حضور**: مکہ میں مسلمانوں کا تیرہ سال قیام اس مدت کے دوران، مکہ میں مشرکین اور اسلام کے مخالفین نے مسلمانوں کے لئے اذیت اور تنگی پیدا کی، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو ان کا جواب دینا چاہیے تھا۔ لیکن نہ صرف انہوں نے جواب نہیں دیا، بلکہ پیغمبر ﷺ کی دعوت پر صلح اور

در گزر کی طرف بڑھے۔ یہ خود اسلام کی صلح جوئی اور توافق کی علامت ہے۔ اگر اسلام دین خشونت ہوتا تو مسلمانوں کو ابتداء ہی سے تشدد یا دفاعی رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا۔

۲. **صلح حدیبیہ**: چھٹے سال ہجرت میں، رسول اللہ ﷺ ایک ہزار چار سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ (ابن ہشام، سیرۃ النبی، ۱۳۸۳ق: ۳۰۹/۲) مدینہ سے مکہ کی طرف حج کے لئے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ۱۸۰۰ افراد ہوئے (طبرسی، ۱۳۷۹ ق: ۴۸۸/۲)۔ ان کا مقصد صرف عبادت تھا، اور انہوں نے ستر اونٹ قربانی کے لئے اپنے ساتھ لئے تھے اور زیارت خانہ خدا اور اعمال عمرہ بجالانے کے لئے ایک مقام پر جس کو ذوالحلیفہ کہاجاتا ہے مُحرم ہوئے (ابن ہشام، سیرۃ النبی، ۱۳۸۳ق: ۳۰۹/۲)۔ قریش کو جب اس حرکت کی خبر ملی، تو انہوں نے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیں (مجلسی، ۱۴۰۴ ق: ۳۳۰/۲۰)۔ قریش نے اپنے نمائندوں کو بھیجا تاکہ معلوم کریں کہ پیغمبر ﷺ کا مقصد کیا ہے۔ وہ نمائندے بدیل، مکرز، حلیس بن علقمہ اور عروۃ بن مسعود ثقفی تھے۔ ان نمائندوں نے بتایا کہ محمد ﷺ صرف خانہ کعبہ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں، لیکن قریش نے اپنی ہٹ دھرمی پر اصرار کیا۔ اسی لئے پیغمبر ﷺ نے پہلے خزاعہ کے نمائندوں کو مشرکین مکہ کے پاس بھیجا تاکہ انہیں حقیقت سے آگاہ کریں، لیکن قریش نے حقیقت جوئی کے بجائے پیغمبر ﷺ کے نمائندے خراش بن امیہ کے گدھے کو مارا اور اسے قتل کرنے کی کوشش کی، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ صلح اور آشتی کی طرف آنا نہیں چاہتے تھے اور جنگ کی آگ بھڑکانا چاہتے تھے۔ انہوں نے پچاس مامور بھی بھیجے تاکہ مسلمانوں کا مال لوٹیں اور کچھ لوگوں کو قید کرلیں، لیکن سب گرفتار ہوگئے اور پیغمبر ﷺ نے ان سب کو آزاد کردیا۔ پیغمبر ﷺ نے عثمان بن عفان کو دوبارہ قریش کے ساتھ مذاکرات کے لئے بھیجا، لیکن قریش نے عثمان کو تین دن تک روک رکھا۔ جب عثمان کی واپسی کی خبر نہیں ملی، تو پیغمبر ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ عثمان کو قتل کردیا گیا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ عثمان کے ساتھ دشمنوں کے خلاف لڑنے کے لئے بیعت کریں۔ یہ بیعت، جو سورہ فتح کی آیات ۱۰ اور ۱۸ میں ذکر ہے، بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی، جو اسلام کی تاریخ میں ایک اہم موڑ تھا۔

اس سے اسلامی افواج متحد ہوئیں اور ان کی جنگی تیاری بہتر ہوئی۔ مسلمانوں نے مشرکین کے ساتھ لڑنے کے لئے بیعت کی، لیکن پیغمبر ﷺ نے آخری لمحات تک جنگ کو روکنے کی کوشش کی اور معاملے کو صلح کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی۔ پیغمبر ﷺ کی کوششوں سے آخر کار صلح کا معاہدہ طے پایا۔ یہ اسلام کی صلح پسندی کے رکن کا ثبوت ہے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدے میں ایک اہم شق یہ تھی کہ دونوں فریق دس سال تک جنگ نہیں کریں گے اور لوگ اس دوران اپنے مال اور جان کی حفاظت میں رہیں گے (ابن ہشام، ۱۳۸۳ق: ۳۰۹/۲-۳۱۷)۔ یہ پیغمبر ﷺ کی صلح پسندی کی علامت ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں خونریزی نہیں چاہتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے قریش کے کچھ نامناسب مطالبات کو تسلیم کیا، جیسے کہ «بسم اللہ الرحمٰن الرحیم» اور «رسول اللہ» کے الفاظ کو حذف کرنا۔ یہ عظیم درگزر اور صلح وآشتی اسلام کے عظیم رہنما نے اس معاہدہ میں ظاہر کی، جو دنیا کے لئے ایک دائمی سبق ہے۔

۳. **فتح مکہ:** تاریخ اسلام کے سبق آموز اقتباسات میں سے ایک جو اسلامی مذہب کی امن پسندی کی بات کرتا ہے، فتح مکہ کی داستان ہے۔ ۸ ہجری میں اسلام کا سب سے بڑا تاریخی اور سبق آموز واقعہ فتح مکہ پیش آیا۔ فتح مکہ صلح حدیبیہ کی گراں قدر کامیابیوں میں سے ایک تھی۔ کیونکہ مشرکین قریش نے معاہدوں پر دستخط کرنے اور صلح حدیبیہ کو قبول کرنے کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا اور اس کے احکام میں خیانت کی۔ کیونکہ حدیبیہ کی صلح کو تقریباً دو سال گزر چکے تھے، قبیلہ خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ سے الحاق کیا اور قبیلہ کنانہ نے بھی قریش کے ساتھ الحاق کیا۔ معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ مسلمان اور قریش جس قبیلے سے چاہیں معاہدہ کر سکتے ہیں (ر.ک: واقدی، تاریخ ندارد: ۶۱۱/۱)۔ اس معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ مسلمان اور مشرکین ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہیں کریں گے۔ قریش اور بنی کنانہ نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور بنی خزاعہ کے ساتھ جنگ کی، جس کے نتیجہ میں بیس افراد کو قتل کر دیا گیا۔ بنی خزاعہ نے پیغمبر ﷺ سے شکایت کی، اور قریش نے بھی اپنی خلاف ورزی کو تسلیم کیا۔ ابوسفیان کو بھیجا گیا تاکہ صلح حدیبیہ کو دوبارہ برقرار کرے، لیکن پیغمبر ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد پیغمبر ﷺ نے مکہ پر لشکر کشی کا

فیصلہ کیا اور ایک لشکر تیار کیا۔ مکہ کو بغیر جنگ اور خونریزی کے فتح کیا گیا۔ صرف چند افراد نے جو لشکر اسلام کا سامنا کرنا چاہتے تھے، وہ مارے گئے یا فرار ہو گئے۔ پیغمبر ﷺ نے مسجد الحرام میں بت توڑے اور اس آیت کی تلاوت کی:«وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا»(اسراء/۸۱) ۔ مکہ کے لوگ جو سالوں سے مسلمانوں کو اذیت دے رہے تھے، وہ بہت پریشان تھے کہ پیغمبر ﷺ کیا کریں گے۔ پیغمبر ﷺ نے ان سے کہا: «تم کیا کہتے ہو اور مجھے کیسا سمجھتے ہو؟» انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہمارے بھائی اور بھانجے ہیں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: «میں وہی جملے کہوں گا جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: ''لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ'' (یوسف/۹۲)؛آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے»۔ پھر فرمایا: «تم سب آزاد ہو جاؤ» (ابن ہشام، ۱۳۸۳ق: ۴۱۲/۲)۔ یہ عام معافی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ دین اسلام کی بنیاد صلح اور آشتی پر قائم ہے۔ اگر اسلام، دین تشدد ہوتا، تو اس موقع پر بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا جاتا، خاص طور پر ان لوگوں کو جو دشمنی اور کینہ کے مرتکب تھے۔

### ۳. قرآن مجید میں احکام جہاد کی محدودیت

قرآن کریم میں جہاد کے احکام میں کچھ پابندیاں ہیں جو آیات کے تعارض کا کوئی معنی و مفہوم نہیں ہے۔ زمان و مکان کا اثر اسلام میں صلح پسندی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم پہلے زمان کے عنصر اور اس کے صلح پسندی ، کردار، اور پھر مکان کے عنصر اور اس کے صلح پسندی کی نسبت کردار کا ذکر کریں گے۔ احکام کی پابندیاں خاص اوقات اور زمان و مکان میں ہیں اور ان کی حرمت دوسرے اوقات اور مکانوں میں بھی ہے، جو دوسری پابندیوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ بتاتا ہے کہ اسلام جنگ و جہاد کو کسی بھی بہانے سے قبول نہیں کرتا، بلکہ اسلام کی اصل صلح وآشتی اور محبت آمیز زندگی ہے، لیکن جب ملک یا دین اسلام کی حفاظت کا سوال ہو، تو جہاد ضروری ہوتا ہے۔ اب ہم کچھ زمان و مکان کی پابندیوں کا ذکر کریں گے۔

## الف. حرام مہینوں میں جنگ کا حرام ہونا

جب حرام مہینے آتے ہیں، جو ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں، تو ان میں جنگ و قتال حرام ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی صلح کی مشق ہے اور ایک لازمی جنگ بندی ہے جس کی سفارش اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ یہ آیت قرآن مجید کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو اس دور کے سماجی حالات کو مد نظر رکھ کر سلامتی اور آرام و سکون کی ضرورت پر زور دیتی ہے۔ قرآن کریم سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۷ میں فرماتا ہے: «لوگ آپ سے ماہ حرام میں جنگ کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے: ان میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے»۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «لوگ آپ سے ماہ حرام میں جنگ کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں»، پھر کہتا ہے: «ان سے کہہ دیجئے کہ ان میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے»۔ یہ رسم قدیم زمانے سے عربوں میں رائج تھی، خاص طور پر انبیاء کے زمانے سے اور اسلام میں یہ مستقل اور ثابت ہے۔ مسلسل تین مہینے ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم ہیں اور ایک الگ ماہ رجب ہے، جو عربوں کی اصطلاح میں تین «سرد» (لگاتار) ہیں اور ایک «فرد» (الگ) ماہ ہے (مکارم شیرازی و معاونین، ۱۳۷۳: ۴۰۶/۷)۔

ماہ ذی الحجہ حج کے مراسم کا وقت ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے رائج ہے۔ تفسیر «التحریر والتنویر» میں لکھا ہے کہ یہ آیت ماہ حرام میں جنگ کے حرام ہونے کی دلیل ہے اور جنگ کی ممانعت پر زور دیتی ہے۔ یہ چار مہینے حج اور عمرہ کے لئے ہیں، اور اگر ان میں جنگ نہیں منع کی گئی ہوتی تو حج اور عمرہ دونوں ختم ہو جاتے (ابن عاشور، ۱۴۲۰ق: ۳۰۹/۲)۔ یہ تین مہینے جو لگاتار آتے ہیں، حج ابراہیمی کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں اور ایک ایسی جنگ بندی کے طور پر کام کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بیان کیا ہے، جو بغیر جنگ کے صلح کا زمینہ فراہم کرتے ہیں ۔

## ب. استجارہ (پناہندگی) کا زمانہ

اسلامی صلح پسندی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی مخالف استجارہ پناہ لینے کی درخواست کرے، تو اسلام حکم دیتا ہے کہ اسے پناہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو تا کہ وہ اللہ کی بات سنے، پھر اسے اس کے امن و امان کی جگہ تک پہنچاؤ، کیونکہ وہ لوگ نادان ہیں» (توبہ/۶)۔ مسلمانوں کے سب سے اہم فرائض میں سے ایک فریضہ یہ ہے کہ وہ دینی فطرت کا پیغام انسانوں تک پہنچائیں۔

یہ دعوت، توحید کا پیغام ایک وسیع زمانے کے دائرہ میں ہے۔ جنگ کے آغاز سے پہلے بھی، اسلام کی دعوت اور پروردگار کے سامنے تسلیم ہونے کا پیغام جاری رہتا ہے اور اس میں کوئی قید و شرط نہیں ہے۔ دین اسلام جنگ کے میدان میں بھی انسانوں کی ہدایت کو ترک نہیں کرتا اور ہدایت یافتہ لوگوں کے ساتھ الٰہی دین کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ کوئی بھی وقت یا جنگ کا دور، دشمن کی طرف سے اسلام کی دعوت کے پیغام کو سننے کی درخواست کا استقبال کرتا ہے (مکارم شیرازی و معاونین، ۱۳۷۳: ۷/۲۹۳؛ طباطبائی، ۱۳۹۰ق: ۹/۱۵۳)۔

اگر جنگ کے دوران بھی کوئی کافر فوجی دعوت اسلام کو سننے اور اس پر غور کرنے کے لئے مہلت اور تحفظ کی درخواست کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے پناہ دیں اور اسے اس کے امن و امان کی جگہ پر واپس جانے دیں۔ اس مدت کے درمیان اس کی جان کی حفاظت مجاہدین کے لئے ضروری ہے اور ان کا فریضہ ہے کہ پناہ گزین کو اس کے پناہگاہ تک پہنچائیں، شاید اس کے دل پر ایمان کی روشنی پڑ جائے اور وہ دین محمّدی ﷺ کی طرف راغب ہو جائے۔ جنگ کے دوران پناہ دینے کو ایک قسم کی «اختصاصی صلح» کہا جا سکتا ہے جو جنگ کے درمیان منعقد ہوتی ہے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ حکم صرف پیغمبر ﷺ کے زمانے کے لئے ہے یا اسے دوسرے زمانوں میں بھی نافذ کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کسی خاص زمانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس کا حکم باقی رہتا ہے اور دوسرے زمانوں میں بھی نافذ ہوتا ہے۔ متعدّد تفاسیر میں اس بات کی تائید کی گئی ہے (طبرسی، ۱۳۷۹ق: ۵/۱۳؛ ثعلبی، ۱۴۲۲ق: ۵/۱۳؛ زمخشری، ۱۴۰۷ق: ۲/۲۴۸-۲۴۹؛ طبرسی، ۱۳۷۹ق: ۲/۳۹)۔

یہ تفاسیر اس حکم کے استمرار پر زور دیتی ہیں جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اگرچہ کچھ لوگ اس حکم کو منسوخ قرار دیتے ہیں (طبری، ۱۴۱۲ق: ۱۰/۵۸؛ رشید رضا، ۱۴۱۴ق: ۱۰/۱۷۸)، لیکن یہ حکم قابل نسخ نہیں ہے۔ یہ حکم، دین اسلام کی ایک مسلّم حقیقت ہے کہ مخالفین کو حق اور حقیقت کی تلاش کے لئے مہلت دی جائے (طباطبائی، ۱۳۹۰ق: ۹/۱۵۵)۔

بے شک، مجاہدین کو چاہئے کہ دشمن کے ان جاسوسوں سے محتاط رہیں جو مسلمانوں کی فوج میں گھس کر ان کی تعداد اور معلومات کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ کر سکیں۔

### ج. جزیہ (خراج) ادا کرنے کا زمانہ

خداوند متعال سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۹ میں فرماتا ہے: « قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ»؛ ان لوگوں سے جہاد کرو جو خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جس چیز کو خدا و رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے اور اہل کتاب ہوتے ہوئے بھی دین حق کا التزام نہیں کرتے... یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے ذلّت کے ساتھ تمہارے سامنے جزیہ پیش کرنے پر آمادہ ہو جائیں!

جزیہ (خراج) ایک شرعی اصطلاح ہے جو خاص طور پر اہل کتاب سے لی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہ سکیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ جزیہ ادا کرتے ہیں، تو یہ کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ مؤمنین انہیں اجازت دیتے ہیں کہ وہ ان کی جانوں کی حفاظت کے لئے ان کی طرف سے یہ رقم ادا کریں تاکہ ان کی جان محفوظ رہے۔ یہ بات اس جملے سے اخذ کی گئی ہے: «یہ چیز فلان شخص کے لئے جائز ہے»، یعنی مؤمنین کے لئے اہل کتاب کے جزیہ کی ادائیگی کافی ہے (فاضل مقداد، ۱۳۷۳ش: ۲۵۵)۔ اس کے مطابق، جزیہ کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنین اہل کتاب سے جنگ نہیں کرتے، کیونکہ پہلا قانون اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا تھا۔ لیکن جب جزیہ کی ادائیگی کا قانون آیا، تو مؤمنین نے اہل کتاب کی طرف سے اس رقم کو ادا کرنے پر اکتفا کیا۔ تاریخی طور پر، اس قانون کی تلاوت کے بارے میں کچھ تفاسیر میں یہ ذکر کیا گیا ہے: مجاہد نے کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ رومیوں کے خلاف جنگ کریں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نزول کے بعد تبوک کی جنگ میں گئے۔ کلبی نے کہا کہ یہ بنی قریظہ اور بنی النضیر میں آیا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ جنگ کرنے گئے، لیکن انہوں نے صلح کر لی اور یہ اسلام میں پہلا جزیہ تھا اور اہل کتاب کے لئے پہلا ذلت آمیز معاہدہ تھا (ابوالفتوح رازی، ۱۴۰۸ق: ۹/ ۲۱۴؛ ابن عطیہ، ۱۴۲۲ق: ۳/ ۲۱)۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں یہ حکم جزیہ صرف اہل کتاب کے لئے ہے اور بے دینوں اور بت پرستوں پر لاگو نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب، جیسے یہودی اور مسیحی، آسمانی کتاب اور شرعی احکام

رکھتے ہیں جو انہیں اپنے مذہب کے واجبات اور محرمات پر عمل کرنے کا پابند کرتے ہیں اور ان کا تعلق پروردگار سے مکمل طور پر منقطع نہیں ہوا ہے۔ جزیہ کی ادائیگی کے دوران صلح پسندی غالب ہوتی ہے، اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی کی ہے تاکہ وہ حق کو پہچانیں اور اسلام کے دین میں داخل ہوں۔ کچھ تفاسیری کتابوں میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جزیہ اہل کتاب سے قبول کیا جاتا ہے، لیکن بت پرستوں اور بے دینوں سے نہیں، کیونکہ وہ اس نبوت کے ذریعہ جو پہلے سے درک کر چکے ہیں حق سے زیادہ قریب ہیں (نیشابوری، ۱۴۱۵ق: ۳۷۶/۱)۔

## د. حکم جہاد پر معاہدوں کا اثر

قرآن کریم کی متعدد آیتیں ان معاہدوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو اسلام میں صلح پسندی کی معنا کو نمایاں کرتی ہیں۔ سورہ توبہ کی آیت ۴ کے مطابق، معاہدوں پر عمل کرنے کی اہمیت اور مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان ان معاہدوں کا اہتمام کی قدر و منزلت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ تفسیری کتابوں کا مطالعہ کرنے سے زمانہ کے اثر کو حکم جہاد میں بطور واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ «مجمع البیان» میں مذکورہ آیت کے بارے میں فراء کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مشرکین بنی کنانہ اور بنی ضمرہ کی ان قبیلوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے ساتھ ان کا عہد و پیمان نو مہینہ پرانا تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہیں، کیونکہ دشمنوں نے عہد کو توڑا نہیں ہے۔ ابن عباس کے حوالے سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کا تعلق ہر اس شخص سے ہے جس کے ساتھ سورہ برائت کے نزول سے پہلے پیغمبرﷺ کے درمیان عہد و پیمان تھا (طبرسی، ۱۳۷۹ق: ۵/۹)۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دشمنوں کے ساتھ معاہدوں پر عمل کرنا اسلام میں بہت اہم ہے، اور یہ آیت کے حکم جہاد کے دائرے میں نہیں آتا۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان پر قائم رہیں۔ اسی وجہ سے اسلام میں صلح کا دائرہ وسیع نظر آتا ہے۔

تفسیر «المنار» میں آیت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت عہد پر وفا کرنے کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے، خاص طور پر جب معاہدہ کیا جاتا ہے۔ یہ پیمان توڑنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کی مدت ختم ہو جائے۔ یہ شرط ہے کہ عہد کو وفا کرنا واجب ہے، خاص طور پر اس دشمن کے ساتھ جو اپنے عہد پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی روح اور اس الفاظ کے معانی ہمارے زمانے پر بھی نافذ ہوتے ہیں (رشید رضا، ۱۹۹۹م:

۱۰/۱۵۳)۔ جیسا کہ گذشتہ بحث سے پتہ چلتا ہے مسلمانوں اور دیگر قبائل یا ممالک کے درمیان معاہدوں پر عمل کرنا ضروری ہے، اور ان سے انحراف جائز نہیں ہے۔ یہ حکم بین الاقوامی معاہدوں کے اصولوں سے بھی مشابہت رکھتا ہے جو اعتبار اور اہمیت کے حامل ہیں۔

### ھ. مسجد الحرام میں جنگ کا حرام ہونا

مسجد الحرام یا مکہ کے حرم میں قتال کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۱ میں فرماتا ہے: «اور ان مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو اور جس طرح انہوں نے تم کو آوارہ وطن کردیا ہے تم بھی انہیں نکال باہر کردو۔ --اور فتنہ پردازی تو قتل سے بھی بدتر ہے. اور ان سے مسجد الحرام کے پاس اس وقت تک جنگ نہ کرنا جب تک وہ تم سے جنگ نہ کریں. اس کے بعد جنگ چھیڑ دیں تو تم بھی چپ نہ بیٹھو اور جنگ کرو کہ یہی کافرین کی سزا ہے» (بقرہ/۱۹۱؛ ر.ک: صادقی، ۱۴۰۶ق: ۱۰۱/۳)۔ یہ بات مختلف تفاسیر کے لئے ایک ادبی بنیاد ہے جو آیت کے لفظ «مسجد الحرام» کے معنی کو وسیع کرتی ہے۔ متعدد تفاسیر میں، اس آیت میں مسجد الحرام سے مراد مکہ کی پوری سرزمین ہے، جو «بلد الحرام» کہلاتی ہے (طبرسی، ۱۳۷۹ق: ۵۱۱/۲؛ کاشانی، ۱۳۴۴: ۴۱۴/۱؛ طبرانی، ۲۰۰۸م: ۳۳۰/۱؛ ابن ابی حاتم، ۱۴۱۹ق: ۳۲۶/۱)۔ یہ وہ علاقہ ہے کہ مُحرِم (حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھنے والا) کے لئے کچھ شرعی احکام واجب ہو جاتے ہیں اور ان پر عمل کرنا اس کے لئے ضروری ہے، اور ان احکام سے منحرف ہونا شرعی نتائج کے باعث ہوتے ہیں۔ پس جنگ و قتال کرنا مکہ کے حرم میں، فقہا کے نزدیک، حرام ہے کیونکہ قرآن میں اس کے بارے میں واضح حکم ہے (بقرہ/۱۹۱؛ مّکی، ۱۴۱۶ق: ۴۵۰)۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حرم مکہ وہ شہر ہے جس میں مسجد الحرام واقع ہے (خزائلی، ۱۳۵۳ش: ۵۲۹)۔ حرم امن الٰہی کے حدود: پس مسجد الحرام کے حدود کو ایک مسجد سے زیادہ وسیع سمجھنا چاہیئے۔ حرم کے حدود شہر مکہ سے ہر طرف سے بارہ میل ہیں (راوندی، ۱۴۰۴ق: ۲۶۵؛ ابن منظور، ۱۴۱۴ق: ۶۳۸/۱۱)۔

### و. اسلامی ممالک کی سرحدوں کی حفاظت

خداوند متعال سورہ آل عمران میں فرماتا ہے: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ»؛ اے ایمان والو صبر کرو، صبر کی تعلیم دو، جہاد کے لئے تیاری کرو اور اللہ سے ڈرو، شاید تم کامیاب ہو جاؤ (آل عمران/۲۰۰)۔ اس آیت کی روشنی میں «مرابطہ» کا مطلب ہے خود اور اسلامی

معاشرے کی حفاظت کے لئے ہر قسم کی تیاری کرنا۔ اسلامی فقہ میں بھی جہاد کے باب میں «مرابطہ» کی ایک الگ بحث ہے، یعنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے آمادگی کرنا، جو دشمنوں کے احتمالی حملوں کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے، اور اس کے لئے خاص احکام بیان کئے گئے ہیں (مکارم شیرازی و معاونین، ۱۳۷۳ش: ۲۳۳/۳)۔ لفظ « رباط» کی اصل گھوڑوں کو دشمن کے مد مقابل باندھنے کو کہا جاتاہے۔ «ربط» کا مطلب باندھنا ہے، اور اسی معنی کی نسبت دل کو صبر کے ذریعہ اللہ سے مربوط کرنا ہے۔ پھر اس لفظ کا استعمال ہر اس شخص کے لئے بھی کیا گیا جو سرحد پر رہتا ہے اور اپنے پیچھے والوں کی حفاظت کرتا ہے تاکہ بدخواہوں سے مقابلہ کر سکے (طوسی، تاریخ ندارد: ۹۵/۳)۔

راوندی اس بارے میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ مرابطہ جہاد کی ایک قسم ہے جس میں گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے وقف کرنا شامل ہے تاکہ مجاہدین ان پر سوار ہو سکیں اور ہر طرح کی مدد کر سکیں۔ آج کے دور میں مرابطہ نہیں ہوتا سوائے اسلام اور جان کی حفاظت کے لئے، اور یہ مرابطہ مستحب ہے جس کی مدت تین دن سے چالیس دن تک ہوتی ہے اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو یہ جہاد میں تبدیل ہو جاتا ہے (راوندی، فقہ القرآن راون دی، ۱۴۰۴ق: ۳۳۲/۱)۔ جب اسلامی ملک مضبوط اور مستحکم سرحدوں کا حامل ہو اور اس کے پاس بیدار اور ہوشیار سرحدوں کے نگہبان موجود ہوں تو یہ اسلامی ملک کے لئے صلح و سکون اور سلامتی لاتا ہے، کیونکہ یہ دشمن کو اسلامی ملک پر حملہ کرنے سے روک دیتا ہے۔ اسلامی ملک کی سرحدوں پر دشمن کو روکنے کی طاقت، ایک ایسا امتیاز ہے جو اسلامی ممالک کی سرحدوں پر نمایاں ہوتا ہے اور اسلام کے پیکر میں صلح پسندی کو دوبارہ حیات عطا کرتاہے۔

## خاتمہ

۱. مستشرقین کے نظریات کو ان کے مختلف جہتوں کی بنیاد پر مختلف زمرے میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

| ردیف | مستشرقان کا نظریہ |
|---|---|
| ۱ | اکثر مستشرقین جہاد کے مسئلہ کو تاریخی جہت سے (یعنی جو واقعات پیش آئے ہیں یا جو جنگیں لڑی گئی ہیں) تجزیہ کئے ہیں، اور اسلام کے حقیقی نظریہ یا صلح کے مقام یا جہاد سے متعلق آیتیں اور قوانین کے تجزیہ پر توجہ نہیں کئے ہیں۔ ان افراد میں سے گلدزیہر، فائرستون، ڈیوڈ کوک، بلاشر، روڈنسن، روبرٹ برنز اور سولہ واں پاپ بندیکٹ ہیں۔ |
| ۲ | بہت سے مستشرقین نے اسلام میں صرف جہاد کو نمایاں کیا ہے اور دیگر اسلامی قوانین اور قرآن کی آیات کی طرف توجہ نہیں کئے ہیں۔ وہ ایکطرفہ جہاد کے موضوع پر غور کرتے ہیں اور کوئی تجزیہ پیش نہیں کرتے۔ ان افراد میں سے فائرستون، روڈنسن، ویلیم مونیر، لارنس براؤن، جان ایسپوزٹو، ایلا لینڈاؤ-تاسرون، لوئی ماسینیون، اور تھامس آرنلڈ ہیں۔ |
| ۳ | ایک اور جہت جو مستشرقین کا ایک مقصد ہے اسلام دشمنی ہے، جس میں اسلام کو ایک خونریز اور تشدد آمیز مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تاکہ دنیا کے لوگ اور دیگر مذاہب، خاص طور پر یہودیت اور مسیحیت اسلام سے دوری اختیار کریں۔ ان افراد میں سے گلدزیہر، لارنس براؤن، روبرٹ برنز، تھامس آرنلڈ اور سولہ واں پاپ بندیکٹ ہیں۔ |

۲. «تشدد پسندی» کے شبہہ کو (جو مستشرقین کی طرف سے دعویٰ کیا گیا ہے) «صلح پسندی» کے ذریعہ جواب دیا جاسکتا ہے جو اسلامی بنیادی منابع میں ایک اصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلح مسلمانوں کے عقائد کی بنیاد ہے اور اس پر مختلف زاویوں سے غور کیا جاسکتا ہے کہ جو قرآن کریم کی بہت سی آیتوں کے ذریعہ، ان نکات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

- پہلا: اسلام کے مقاصد صلح اور سلامتی پر مبنی ہیں، اور قرآن کریم تمام لوگوں کو مسالمت آمیز زندگی اور دیگر مذاہب کے ساتھ رہنے کی دعوت دیتا ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ کا اخلاق و کردار بھی اس بات کی واضح دلیل ہے۔
- دوسرا: تاریخی شواہد جیسے کہ مکہ میں مسلمانوں کا تیرہ سالہ قیام، صلح حدیبیہ، اور فتح مکہ، مسلمانوں کا تشدد سے دوری اختیار کرنے کو ظاہر کرتے ہیں۔

- تیسرا: جہاد کے احکام میں پابندیاں ہیں جن میں متعدد جہتیں پائی جاتی ہیں جو جہاد میں صلح پسندی کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور وہ یہ ہیں:

الف: ماہ ہائے حرام میں جنگ و قتال کا حرام ہونا اور مسجد الحرام میں جنگ نہ کرنا، کہ جو ایک طرح سے اجباری جنگ بندی ہے۔

ب: دشمن کو پناہ دینا، حتی جنگ کے میدان میں، خصوصی صلح کو جائز بناتا ہے۔

ج: صلح کے معاہدوں پر عمل کرنا اور جزیہ دینا، مسالمت آمیز زندگی کے دوسرے راستے ہیں۔

د: اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا واجب ہونا روک تھام کی طاقت رکھتی ہے اور دشمنوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچنے سے روکتی ہے، اور یہ جنگ کو روکنے اور صلح کی بنیاد بنانے کی ایک شکل ہے۔

## کتابیات

قرآن مجید۔
۱. ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد. (۱۴۱۹اق/۱۹۹۸م). تفسیر القرآن العظیم. مکتبۃ نزار مصطفٰی الباز.
۲. ابن عاشور، محمد بن طاہر. (۱۴۲۰اق/۱۹۹۹م). التحریر والتنویر. مؤسسۃ التاریخ العربی.
۳. ابن عطیہ، عبدالحق بن غالب. (۱۴۲۲اق/۲۰۰۱م). المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز. دار الکتب العلمیۃ.
۴. ابن منظور، محمد بن مکرم. (۱۴۱۴اق/۱۹۹۴م). لسان العرب (چاپ سوم). دار صادر.
۵. ابن ہشام، محمد بن اسحاق. (۱۳۸۳اق/۱۹۶۳م). سیرۃ النبی (ص). مکتبہ محمد علی صبیح.
۶. ابوالفتوح رازی، حسین بن علی. (۱۴۰۸اق/۱۹۸۸م). روض الجنان و روح الجنان فی تفسیر القرآن. آستان قدس رضوی.
۷. ثعلبی، احمد بن محمد. (۱۴۲۲اق/۲۰۰۱م). الکشف والبیان. دار احیاء التراث العربی.
۸. حمیری، نشوان بن سعید. (۱۴۲۰اق/۱۹۹۹م). شمس العلوم. دار الفکر.
۹. خدوری، مجید. (۱۳۸۸ش/۲۰۰۹م). جنگ و صلح در قانون اسلام. انتشارات اطلاعات.
۱۰. خزائلی، محمد. (۱۳۵۳ش/۱۹۷۴م). احکام قرآن. سازمان چاپ وانتشارات جاویدان.
۱۱. دروزہ، محمد عزّہ. (۱۳۸۴اق/۱۹۶۴م). سیرۃ الرسول صور مقتبسہ من القرآن الکریم و تحلیلات و دراسات قرآنیۃ (چاپ دوم). چاپخانہ عیسی البابی الحلبی و شرکاء.
۱۲. راوندی، قطب الدین سعید بن عبداللہ. (۱۴۰۴ق/۱۹۸۴م). فقہ القرآن. انتشارات کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی.
۱۳. رشید رضا، محمد. (۱۴۲۰اق/۱۹۹۹م). تفسیر القرآن الحکیم (المنار). دار الکتب العلمیۃ.
۱۴. زمانی، محمد حسن. (۱۳۸۹ش/۲۰۱۰م). مستشرقان و قرآن: نقد و بررسی آراء مستشرقان در بارہ قرآن. بوستان کتاب.
۱۵. زمخشری، محمود بن عمر. (۱۴۰۷ق/۱۹۸۷م). الکشاف عن غوامض التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التأویل. دار الکتاب العربی.
۱۶. زہر الدین، صالح. (۱۴۱۳اق/۱۹۹۲م). الاسلام والاستشراق. دار الندوۃ.
۱۷. سعید، ادوارد. (۱۳۷۷ش/۱۹۹۸م). شرق شناسی (ترجمہ عبدالرحیم گواہی). دفتر نشر فرہنگ اسلامی.

۱۸. شریف رضی، محمد بن حسین. (۱۳۷۷–۱۳۷۸ش/۱۹۹۸–۱۹۹۹م). نہج البلاغہ با ترجمہ گویا و شرح فشردہ (بہ قلم محمد جعفر امامی و محمد رضا آشتیانی؛ زیر نظر ناصر مکارم شیرازی). مدرسہ الامام علی بن ابی طالب (ع).
۱۹. شعراوی، محمد متولی. (۱۹۹۱م). تفسیر الشعراوی. اخبار الیوم ادارۃ الکتب والمکتبات.
۲۰. شلتوت، محمود. (۱۹۴۸م). القرآن والقتال. مجمع البحوث الاسلامیۃ.
۲۱. صادقی تہرانی، محمد. (۱۴۰۶ق/ ۱۹۸۶م). الفرقان فی تفسیر القرآن. فرہنگ اسلامی.
۲۲. طباطبایی، سید محمد حسین. (۱۳۹۰ق/۱۹۷۰م). المیزان فی تفسیر القرآن. مؤسسۃ الاعلمی.
۲۳. طبرانی، سلیمان بن احمد. (۲۰۰۸م). التفسیر الکبیر: تفسیر القرآن العظیم (الطبرانی). دار الکتاب الثقافی.
۲۴. طبرسی، فضل بن حسن. (۱۳۷۹ق/۱۹۵۹م). مجمع البیان فی تفسیر القرآن. دار احیاء التراث العربی.
۲۵. طبری، محمد بن جریر. (۱۳۷۶ش/۱۹۹۷م). تاریخ الطبری. سروش.
۲۶. طوسی، محمد بن حسن. (تاریخ ندارد). التبیان فی تفسیر القرآن. دار احیاء التراث العربی.
۲۷. طیارہ، عفیف عبدالفتاح. (۱۹۶۶م). روح الدین الاسلامی. طریق الحدیدۃ.
۲۸. عبدالحلیم محمود، علی. (۱۴۲۴ق/ ۲۰۰۳م). التربیۃ الجہادیۃ. بی جا.
۲۹. فاضل مقداد، مقداد بن عبداللہ. (۱۳۷۳ش/ ۱۹۹۴م). کنز العرفان فی فقہ القرآن. مرتضوی.
۳۰. قرشی بنابی، علی اکبر. (۱۳۷۶ش/۱۹۹۷م). قاموس قرآن. دار الکتب الاسلامیۃ.
۳۱. قمی، شیخ عباس. (۱۳۶۹ش/۱۹۹۰م). مفاتیح الجنان. انتشارات اسلامی.
۳۲. کاشانی، ملا فتح اللہ. (۱۳۴۴ش/۱۹۶۵م). منہج الصادقین فی الزام المخالفین. کتابفروشی اسلامیہ.
۳۳. گلدزیہر، ایگناتس. (۱۹۴۶م). العقیدۃ والشریعۃ فی الاسلام. دار الرائد العربی.
۳۴. مجلسی، محمد باقر. (۱۴۰۴ق/ ۱۹۸۴ م). بحار الانوار. مؤسسۃ الوفاء.
۳۵. مکارم شیرازی، ناصر و معاونین. (۱۳۷۳ش/ ۱۹۹۴م). تفسیر نمونہ. دار الکتب الاسلامیۃ.
۳۶. مکارم شیرازی، ناصر. (۱۳۸۵ش/۲۰۰۶م). آیین رحمت. مدرسہ امام علی بن ابی طالب (ع).
۳۷. مکی، حسن. (۱۴۱۶ق/۱۹۹۵م). جہاد الامۃ. دار العلم للملایین.
۳۸. نیشابوری، محمود بن ابوالحسن. (۱۴۱۵ق/ ۱۹۹۴م). ایجاز البیان عن معانی القرآن. دار الغرب الاسلامی.
۳۹. واقدی، محمد بن عمر. (تاریخ ندارد). المغازی. اعلمی.

## Sources

The Holy Qur’an.
1. ʿAbd al-Ḥalīm Maḥmūd, ʿAlī. (1424 AH / 2003 CE). Al-Tarbiyyah al-Jihādiyyah (Jihadic Education). Publisher not identified.

2. Abū al-Futūḥ al-Rāzī, Ḥusayn ibn ʿAlī. (1408 AH / 1988 CE). Rauḍ al-Jinān wa Rūḥ al-Jinān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Garden of Paradise and the Spirit of Paradise in Qur'anic Exegesis). Āstān Quds Raḍawī.
3. al-Fāḍil al-Miqdād, Miqdād ibn ʿAbd Allāh. (1373 SH / 1994 CE). Kanz al-ʿIrfān fī Fiqh al-Qurʾān (The Treasure of Knowledge in the Jurisprudence of the Qur'an). Murtazavī Publications.
4. al-Majlisī, Muḥammad Bāqir. (1404 AH / 1984 CE). Biḥār al-Anwār (Seas of Lights). Muʾassasat al-Wafāʾ.
5. al-Shaʿrāwī, Muḥammad Mutawallī. (1991 CE). Tafsīr al-Shaʿrāwī (Exegesis of al-Shaʿrāwī). Akhbār al-Yawm – Idārat al-Kutub wa al-Maktabāt.
6. al-Sharīf al-Raḍī, Muḥammad ibn al-Ḥusayn. (1377–1378 SH / 1998–1999 CE). Nahj al-Balāghah bā Tarjuma-ye Guya wa Sharḥ-e Feshurda (Nahj al-Balāghah with Fluent Translation and Concise Commentary) (by Muḥammad Jaʿfar Imāmī & Muḥammad Riḍā Āshtiyānī, under supervision of Nāṣir Makārim Shīrāzī). Madrasah Imām ʿAlī ibn Abī Ṭālib (ʻa).
7. al-Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad. (2008 CE). Al-Tafsīr al-Kabīr: Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (The Grand Commentary on the Qur'an). Dār al-Kitāb al-Thaqāfī.
8. al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. (1376 SH / 1997 CE). Tārīkh al-Ṭabarī (The History of al-Ṭabarī). Soroush Publications.
9. al-Ṭabrisī, Faḍl ibn Ḥasan. (1379 AH / 1959 CE). Majmaʿ al-Bayān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Collection of Elucidation in Qur'anic Exegesis). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
10. al-Ṭūsī, Muḥammad ibn Ḥasan. (n.d.). Al-Tibyān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Clarification in Qur'anic Exegesis). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
11. al-Wāqidī, Muḥammad ibn ʿUmar. (n.d.). Al-Maghāzī (The Battles). al-Aʿlamī.
12. al-Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ʿUmar. (1407 AH / 1987 CE). Al-Kashshāf ʿan Ghawāmiḍ al-Tanzīl wa ʿUyūn al-Aqāwīl fī Wujūh al-Taʾwīl (The Revealer of the Mysteries of Revelation and the Sources of Interpretations). Dār al-Kitāb al-ʿArabī.
13. Darwazah, Muḥammad ʿIzzah. (1384 AH / 1964 CE). Sīrat al-Rasūl: Ṣuwar Muqtabasah min al-Qurʾān al-Karīm wa Taḥlīlāt wa Dirāsāt

Qurʾāniyya (The Biography of the Prophet: Extracted Images and Qur'anic Analyses) (2nd ed.). ʿĪsā al-Bābī al-Ḥalabī Press.
14. Goldziher, Ignaz. (1946 CE). Al-ʿAqīdah wa al-Sharīʿah fī al-Islām (The Creed and the Law in Islam). Dār al-Rāʾid al-ʿArabī.
15. Ḥimyarī, Nashwān ibn Saʿīd. (1420 AH / 1999 CE). Shams al-ʿUlūm (The Sun of Sciences). Dār al-Fikr.
16. Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad. (1419 AH / 1998 CE). Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (Exegesis of the Great Qur'an). Maktabat Nizār Muṣṭafā al-Bāz.
17. Ibn ʿĀshūr, Muḥammad al-Ṭāhir. (1420 AH / 1999 CE). Al-Taḥrīr wa al-Tanwīr (The Liberation and Enlightenment). Muʾassasat al-Tārīkh al-ʿArabī.
18. Ibn ʿAṭiyya, ʿAbd al-Ḥaqq ibn Ghālib. (1422 AH / 2001 CE). Al-Muḥarrar al-Wajīz fī Tafsīr al-Kitāb al-ʿAzīz (The Concise Exegesis of the Mighty Book). Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya.
19. Ibn Hishām, Muḥammad ibn Isḥāq. (1383 AH / 1963 CE). Sīrat al-Nabī (ṣ) (The Life of the Prophet). Maktabat Muḥammad ʿAlī Ṣubayḥ.
20. Ibn Manẓūr, Muḥammad ibn Mukarram. (1414 AH / 1994 CE). Lisān al-ʿArab (The Tongue of the Arabs) (3rd ed.). Dār Ṣādir.
21. Kāshānī, Mullā Fatḥ Allāh. (1344 SH / 1965 CE). Minhāj al-Ṣādiqīn fī Ilzām al-Mukhālifīn (The Path of the Truthful in Refuting the Opponents). Islāmiyya Bookshop.
22. Khadduri, Majid. (1388 SH / 2009 CE). Jang wa Ṣulḥ dar Qānūn-e Islām (War and Peace in Islamic Law). Ettelāʿāt Publications.
23. Khazāʾilī, Muḥammad. (1353 SH / 1974 CE). Aḥkām-e Qurʾān (The Legal Rulings of the Qur'an). Jāvīdān Publishing Organization.
24. Makārim Shīrāzī, Nāṣir, & Associates. (1373 SH / 1994 CE). Tafsīr-e Namūneh (Exemplary Exegesis). Dār al-Kutub al-Islāmiyya.
25. Makārim Shīrāzī, Nāṣir. (1385 SH / 2006 CE). Āʾīn-e Raḥmat (The Code of Mercy). Madrasah Imām ʿAlī ibn Abī Ṭālib (ʿa).
26. Makkī, Ḥasan. (1416 AH / 1995 CE). Jihād al-Ummah (The Jihad of the Community). Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn.
27. Nīshābūrī, Maḥmūd ibn Abī al-Ḥasan. (1415 AH / 1994 CE). Ījāz al-Bayān ʿan Maʿānī al-Qurʾān (The Concise Explanation of the Meanings of the Qur'an). Dār al-Gharb al-Islāmī.
28. Qummī, Shaykh ʿAbbās. (1369 SH / 1990 CE). Mafātīḥ al-Jinān (Keys to the Gardens). Islamic Publications.

29. Qurashī Banābī, ʿAlī Akbar. (1376 SH / 1997 CE). Qāmūs-e Qurʾān (The Qur'anic Lexicon). Dār al-Kutub al-Islāmiyya.
30. Rashīd Riḍā, Muḥammad. (1420 AH / 1999 CE). Tafsīr al-Qurʾān al-Ḥakīm (Al-Manār) (Exegesis of the Wise Qur'an: Al-Manar). Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya.
31. Rāwandī, Quṭb al-Dīn Saʿīd ibn ʿAbd Allāh. (1404 AH / 1984 CE). Fiqh al-Qurʾān (Jurisprudence of the Qur'an). Library of Āyatullāh Marʿashī Najafī Publications.
32. Ṣādiqī Tehrānī, Muḥammad. (1406 AH / 1986 CE). Al-Furqān fī Tafsīr al-Qurʾān (Al-Furqan: Exegesis of the Qur'an). Farhang-e Islāmī.
33. Said, Edward. (1377 SH / 1998 CE). Sharq-shināsī (Orientalism) (Trans. ʿAbd al-Raḥīm Gawāhī). Office for Islamic Culture Publications.
34. Shaltūt, Maḥmūd. (1948 CE). Al-Qurʾān wa al-Qitāl (The Qur'an and Fighting). Majmaʿ al-Buḥūth al-Islāmiyya.
35. Ṭabāṭabāʾī, Sayyid Muḥammad Ḥusayn. (1390 AH / 1970 CE). Al-Mīzān fī Tafsīr al-Qurʾān (The Balance in Qur'anic Exegesis). Muʾassasat al-Aʿlamī.
36. Ṭayyārah, ʿAfīf ʿAbd al-Fattāḥ. (1966 CE). Rūḥ al-Dīn al-Islāmī (The Spirit of the Islamic Religion). Ṭarīq al-Ḥadīdah.
37. Thaʿlabī, Aḥmad ibn Muḥammad. (1422 AH / 2001 CE). Al-Kashf wa al-Bayān (The Revelation and Clarification). Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
38. Zahr al-Dīn, Ṣāliḥ. (1413 AH / 1992 CE). Al-Islām wa al-Istishrāq (Islam and Orientalism). Dār al-Nadwah.
39. Zamānī, Muḥammad Ḥasan. (1389 SH / 2010 CE). Mustashriqān wa Qurʾān: Naqd wa Barrasī-ye Ārā-ye Mustashriqān darbāra-ye Qurʾān (Orientalists and the Qur'an: A Critical Study of Orientalists' Views on the Qur'an). Bustān-e Kitāb.